کیا مرد کے لیے سسرال اور بیوی کے لیے میکا وطن اصلی ہیں؟

مجیب: ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: 110

تاریخ اجراء: 08 صفر المظفر 1442ھ/26 ستمبر 2020ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ وطن اصلی کی صورتوں میں سے ایک صورت بہار شریعت وغیرہ میں یہ بھی پڑھی تھی کہ آدمی جہاں سے شادی کرلے وہ جگہ بھی اس کی وطن اصلی ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ پڑھا ہوا تو تھا لیکن اس کی طرف کبھی توجہ نہیں گئی اور اب جب غور کیا ہے تو اس سے ظاہراً جو معنی سمجھ آتا ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی کا سسرال بھی اس کے لیے وطن اصلی ہو گا اور اسے وہاں پوری نماز پڑھنی ہو گی۔ اگر اس مسئلہ کا یہی مفہوم ہے، تو میرے خیال میں اس کی طرف عام عوام تو کیا بڑے بڑے علماء کی بھی توجہ نہیں کہ کسی کو بھی اس پر عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ برائے کرم اس کی وضاحت فرمادیں۔

میں نے ڈیرہ غازی خان سے شادی کی ہے اور بیوی بچوں سمیت میری مستقل رہائش ملتان کی ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ میں جب ڈیرہ غازی خان جاؤں گا قصر کروں گا یا پوری نماز پڑھوں گا؟ ابھی تک میرا عمل یہ رہا ہے کہ میں وہاں قصر کرتا رہا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آدمی جہاں سے شادی کرلے تو اگرچہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس جگہ کے وطن اصلی ہونے کے لئے شوہر کی وہاں مستقل سکونت ہونا ضروری نہیں جیسا کہ یہ تفصیل نیچے تنبیہ میں آرہی ہے، مگر یہ ضروری ہے کہ بیوی کی وہیں مستقل رہائش ہو اور یہ سمجھا جائے کہ شوہر کے اہل خانہ یہاں رہتے ہیں۔ یہ ہر گز مطلب نہیں کہ چاہے بیوی رخصت ہو کر شوہر کے ساتھ دوسری جگہ آگئی، تب بھی وہ جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہو۔ شادی کی جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہونے کی صورت پاک وہند میں بہت ہی کم ہے کہ اولا ہمارے ہاں پہلی بیوی کے موجود ہونے کی صورت میں دوسری شادی کا رواج بہت کم ہے اور اگر کوئی دوسری شادی کرتا بھی ہے، تو عموماً دونوں کو ایک ساتھ یا کم از کم ایک شہر میں

رکھتا ہے، لہٰذا ہمارے ہاں شادی کی جگہ شوہر کے لیے وطن اصلی ہونے والی صورت کا پایا جانا، نادر ہے۔ البتہ عرب میں یہ صورت بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ عربی لوگ اکثر ایک سے زائد دو دو، تین تین، چار چار شادیاں کرتے ہیں اور بیویوں کو ایک جگہ رکھنے کے بجائے مختلف شہروں میں علیحدہ علیحدہ اپنے ذاتی یا کرائے کے مکانات میں رکھتے ہیں، بیویوں کی وہیں مستقل سکونت ہوتی ہے، وہیں ان کے بچے پیدا ہوتے ہیں، شوہر کبھی مہینہ یا اس سے کم و بیش ایک کے پاس پھر اسی طرح دوسری کے پاس رہتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ سب شوہر کے گھر ہیں، اس طرح ایسی تمام جگہیں شوہر کے لئے وطن اصلی قرار پاتی ہیں۔

شادی کی جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہونے کے لئے بیوی کی وہاں مستقل سکونت ضروری ہونے پر پہلی دلیل وہ جزئیہ ہے، جس میں فقہائے کرام نے یہ حکم بیان فرمایا کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہوں اور دو مختلف جگہوں میں رہتی ہوں تو وہ دونوں جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہیں، ان میں سے جس جگہ بھی وہ جائے گا، مقیم کہلائے گا، البتہ جب کسی بیوی کا انتقال ہو گیا تو چاہے وہاں اسباب و گھر موجود ہو، مفتٰی بہ قول کے مطابق بیوی کے انتقال کر جانے کی صورت میں اب وہ جگہ اس کے لئے وطن اصلی نہیں رہے گی۔ اس مسئلہ میں واضح طور پر فقہاء نے بیویوں کی سکونت کو شوہر کے وطن اصلی ہونے کی بنیاد بنایا ہے، اسی وجہ سے ایک بیوی کے انتقال ہو جانے پر اس جگہ کے شوہر کے لئے وطن اصلی نہ رہنے کا حکم بیان فرمایا، لہٰذا جہاں سے شادی ہوتے ہی بیوی رخصت ہو کر شوہر کے پاس آجائے گی تو وہ جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہرگز نہیں ہوگی۔

ردالمحتار میں شرح منیہ کے حوالہ سے ہے: ”لو کان لہ اھل ببلدتین فایتھما دخلھا صار مقیما فان ماتت زوجتہ فی احداھما وبقی لہ فیھا دور وعقار قیل لا یبقی وطنا لہ اذ المعتبر الاھل دون الدار کما لو تاھل ببلدۃ واستقرت سکنا لہ ولیس لہ فیھا دار، وقیل تبقی اھ۔“ اگر اس کی بیویاں دو شہروں میں ہوں تو ان میں سے جس شہر میں بھی جائے گا مقیم ہو جائے گا، پس ان میں سے ایک شہر میں اس کی بیوی انتقال کر جائے اور اس کا گھر اور جائیداد اس شہر میں باقی ہو، کہا گیا وہ شہر اس کے حق میں وطن اصلی نہ رہے گا کیونکہ اعتبار بیوی کے ہونے کا تھا، گھر کا نہیں، جیسا کہ اگر کوئی شخص کسی شہر میں نکاح کرلے اور اس مقام کو جائے سکونت بنالے حالانکہ اس شہر میں اس کا گھر نہ ہو (تب بھی وہ جگہ اس کی وطن اصلی ہوگی)۔ اور کہا گیا وطن اصلی باقی رہے گا (یعنی بیوی کے انتقال کے بعد اگر اس جگہ گھر اور جائیداد ہو تو وہ مقام وطن اصلی رہے گا)۔ (ردالمحتار، جلد 2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ)

وطن اصلی ہونے میں مدار مستقل سکونت پر ہے، اسباب وگھر پر نہیں، سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے یہ مسئلہ تفصیل سے بیان فرمانے کے بعد موت زوجہ والے مسئلہ کو اسی پر قیاس کرنے کا فرمایا۔ یعنی دو بیویوں میں سے ایک بیوی کا انتقال ہو گیا تو چاہے گھر واسباب وہاں موجود ہو، جب شوہر کی مستقل سکونت وہاں نہیں تو وہ جگہ اس کے لئے وطن اصلی نہیں رہے گی۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ”قولہ:(لو نقل اهله و متاعه وله دور فی البلد لا تبقی وطنا له وقیل تبقی) والیه اشار محمد فی الکتاب کذا فی الزاهدی، هندیه، اقول یظهر للعبد الضعیف ان نقل الاهل والمتاع یکون علی وجهین احدهما ان ینقل علی عزم ترک التوطن هاهنا، والآخر: لا علی ذلک، فعلی الاول لا یبقی الوطن وطنا وان بقی له فیه دور وعقار، وعلی الثانی یبقی فلیکن المحمل للقولین وبمثل هذا یجری الکلام فی موت الزوجة، فافهم“ مصنف علیہ الرحمہ کا قول (اگر کوئی شخص اپنے اہل وسامان کو منتقل کر دے اور اس شہر میں اس کا گھر ہو، وہ شہر اس کے حق میں وطن اصلی نہ رہے گا اور کہا گیا وطن اصلی رہے گا) اسی طرف امام محمد علیہ الرحمۃ نے کتاب میں اشارہ کیا، اسی طرح زاہدی میں ہے، ہندیہ۔ میں کہتا ہوں بندہ ناچیز پر آشکار ہوا کہ اہل اور سامان کو نقل کرنا دو صورتوں پر ہے ایک تو یہ کہ اس شہر سے رہائش ختم کرنے کے ارادہ سے اہل وسامان نقل کیا جائے، دوسری صورت یہ کہ رہائش ختم کرنے کا ارادہ نہ ہو، پس پہلی صورت میں وہ شہر وطن اصلی نہ رہے گا اگرچہ وہاں گھر اور جائیداد ہو، اور دوسری صورت میں وطن اصلی رہے گا، لہذا چاہیے کہ ان دو قولوں کا محمل یہ ہی ہو، اسی کی مثل کلام زوجہ کے انتقال کی صورت میں جاری ہو گا، لہذا سے سمجھ لو۔ (جد الممتار، جلد 03، صفحہ 572، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

پہلی دلیل کے جزئیات سے **دوسری دلیل** بھی ماخوذ ہے، وہ اس طرح کہ اوپر مذکور تفصیل کے مطابق جس بیوی کا انتقال ہو گیا، وہاں چاہے اسباب وگھر موجود ہو تب بھی مفتٰی بہ قول کے مطابق وہ جگہ آدمی کے لئے وطن اصلی نہ رہی اور دوسرا قول یہ مذکور ہوا کہ اگر اسباب وگھر اس جگہ بدستور موجود ہوں تو وطن اصلی ہونا برقرار رہے گا، اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے بعد عورت اگر رخصت ہو کر شوہر کے ساتھ آجائے اور وہاں اسباب وگھر بھی موجود نہ ہو تو دونوں قولوں کے مطابق بالاتفاق وطن اصلی نہ ہونے کا حکم بیان کیا جائے گا، صورت مستفسرہ میں بھی یہی صورت حال ہے کہ بیوی رخصت ہو کر آچکی اور وہاں اس کا گھر واسباب بھی موجود نہیں، لہذا دونوں قولوں کے مطابق وہ جگہ وطن اصلی نہیں ہو گی۔

تیسری دلیل: یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی شادی مکہ شریف سے بھی تھی لیکن اہل وعیال کے ساتھ ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لے آئے تو مکہ شریف آپ کا وطن اصلی نہ رہا جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے قصر نماز ادا فرمائی۔

محیط برہانی میں ہے:" أن مكة كانت وطناً أصلياً لرسول الله عليه السلام لما هاجر منها إلى المدينة بأهله وعياله وتوطن (بها)، (ف) انتقض وطنه بمكة حتى قال عام حجة الوداع: «أتموا صلاتكم يا أهل مكة، فإنا قوم سفر" بیشک مکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا وطن اصلی تھا پھر جب حضور علیہ الصلاۃ و السلام نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اوراسے اپنی جائے سکونت بنالیا، تومکہ حضور علیہ الصلاۃ و السلام کا وطن اصلی نہ رہا، یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے سال حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اے مکہ کے رہنے والو اپنی نماز مکمل کرو کیونکہ ہم لوگ مسافر ہیں۔ (المحیط البرہانی، جلد2، ص401، مطبوعہ ادارۃ التراث الاسلامی لبنان)

چوتھی دلیل: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا عمل ہے کہ مکہ میں مستقل رہائش نہ ہونے کے باوجود مکہ سے شادی کرنے کی وجہ سے آپ پوری نماز پڑھتے تھے، مگر روایات میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ مکہ میں آپ نے جس عورت سے شادی کی تھی، ان کی رہائش مکہ میں ہی تھی۔

کفایہ میں ہے:" ولو كان له اهل ببلدة فاستحدث (فى) بلدة اخرى اهلا كان كل واحد منهما وطنا اصليا له وروى انه كان لعثمان رضى الله عنه اهل بمكة واهل بالمدينة وكان يتم الصلوة بهما جميعا "اوراگر کسی شخص کی ایک شہر میں بیوی ہو پس وہ دوسرے شہر میں بھی نکاح کرلے تو دونوں شہر اس کے حق میں وطن اصلی ہوں گے اور روایت کیا گیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی مکہ میں اور ایک مدینہ میں تھی اور آپ رضی اللہ عنہ دونوں جگہ نماز مکمل پڑھتے تھے۔ (کفایہ، جلد2، صفحہ 13، مطبوعہ کوئٹہ)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:" تیسرے یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ میں زمین خریدلی وہاں مکان بنوالیا وہاں اپنی ایک بیوی کو رکھا اس لیے مکہ معظمہ آپ کا ایک قسم کا وطن بن گیا اور اپنے وطن میں اگر کوئی ایک دن کے لیے بھی جائے تو مقیم ہوگا اور قصر نہ پڑھے گا پوری نماز پڑھے گا۔" (جاء الحق، ص489، مطبوعہ: قادری پبلشرز، لاہور)

پانچویں دلیل یہ ہے کہ عورت کے متعلق فقہاء نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ شادی کے بعد جب رخصت ہو کر شوہر کے پاس آجائے گی اور وہیں مستقل رہنے کا ارادہ ہو تو میکا اس کا وطن اصلی نہیں رہے گا۔ جب رہائش ختم ہو جانے کی وجہ سے میکا عورت کے لئے وطن اصلی نہ رہا تو شوہر کے لئے بدرجہ اولی نہیں ہو گا کہ میکے سے اصل تعلق عورت کا ہے، جب رخصتی ہو جانے اور رہائش ختم ہونے کی وجہ سے وہ جگہ اس کے لئے بھی وطن اصلی نہ رہی تو شوہر کے لئے کیسے ہو سکتی ہے؟؟ لہذا بالکل عجیب ہو گا کہ یوں مسئلہ بیان کیا جائے کہ عورت جب رخصت ہو کر آچکی تو میکا اس کے لیے تو وطن اصلی نہ رہا، مگر مرد کے لیے تب بھی وطن اصلی ہے۔

بہار شریعت میں ہے: ”عورت بیاہ کر سسرال گئی اور یہیں رہنے سہنے لگے تو میکا اس کے لئے وطن اصلی نہ رہا یعنی اگر سسرال تین منزل پر ہے، وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی تو قصر پڑھے اور اگر میکے رہنا نہیں چھوڑا بلکہ سسرال عارضی طور پر گئی تو میکے آتے ہی سفر ختم ہو گیا نماز پوری پڑھے۔“ (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 751-752، مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

آدمی کی شادی کے جگہ کے وطن اصلی ہونے کے لئے، اس جگہ بیوی کی مستقل سکونت ضروری ہونے پر یہ پانچ دلیلیں ہیں، تتبع و تلاش سے مزید دلائل بھی اخذ کیے جاسکتے ہیں، لہذا بہار شریعت وغیرہ دیگر کتب فقہ میں موجود مسئلہ کہ "آدمی کی شادی کی جگہ اس کے لئے وطن اصلی ہے" مطلق نہیں ہے، بلکہ بیوی کی سکونت کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ آج کل چونکہ شادی ہو جانے پر بیوی رخصت ہو کر شوہر کے گھر آجاتی ہے، لہذا وہ جگہ شوہر کے گھر سے اگر 92 کلومیٹر یا اس سے زیادہ مسافت پر ہو تو پندرہ دن سے کم کے لئے جانے کی صورت میں شوہر و بیوی دونوں کو قصر کرنا ہو گی۔

مذکورہ بالا تفصیل سے آپ کے سوال کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ شادی کے بعد جب آپ بیوی بچوں سمیت ملتان رہائش پذیر ہیں، شادی کے بعد ڈیرہ غازی خان سے آپ کی بیوی کی رہائش ختم ہو گئی، تو ڈیرہ غازی خان آپ دونوں کے لیے وطن اصلی نہیں ہے، لہذا وہاں جب آپ پندرہ دن سے کم کے لیے جائیں گے، تو قصر نماز ادا کریں گے۔

تنبیہ! اوپر فتوے میں یہ ذکر کیا گیا کہ شادی کی جگہ کے شوہر کے لئے وطن اصلی ہونے کے لئے شوہر کی وہاں سکونت ضروری نہیں، فقہ حنفی کے مطابق ایک قول تو یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہاں شوہر کی بھی مستقل سکونت ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی نہیں ہو گی۔ علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے اظہار فرمایا کہ دونوں قولوں میں ترجیح کا اختلاف ہے، لہذا دونوں قول قوی ہیں، البتہ اصول رسم الافتاء کے مطابق پہلا قول مفتی بہ اور راجح تر

ہے کیونکہ علاماتِ فتوی میں سے اس کی طرف "اوجہ" کے الفاظ موجود ہیں، جبکہ دوسرے قول کی طرف کوئی علامت فتوی موجود نہیں۔ نیز بشمول علامہ قاضی خان اور سیدی اعلی حضرت علیہما الرحمۃ کئی فقہاء نے مطلقاً شادی کی جگہ کو وطن اصلی شمار فرمایا، شوہر کی وہاں سکونت کی قید نہیں لگائی اور اسی پر اقتصار بھی فرمایا اور کسی قول پر اقتصار دلیل اعتماد وترجیح ہے اور علامہ قاضی خان علیہ الرحمۃ کی ترجیح دوسروں کی ترجیح پر فوقیت رکھتی ہے۔ یہی قول حدیث پاک سے مؤید ہے، اسی کو بہار شریعت میں بھی اختیار فرمایا۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے: "(الوطن الاصلی) ھو موطن ولادتہ او تاھلہ او توطنہ" وطن اصلی وہ اس کی پیدائش کی جگہ یا اہل بنانے کی جگہ یا وطن بنانے کی جگہ ہے۔ (تنویر الابصار و درمختار مع ردالمحتار، جلد2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ)

ردالمحتار میں ہے: "قولہ: (او تاھلہ) ای تزوجہ قال فی شرح المنیۃ: ولو تزوج المسافر ببلد ولم ینو الاقامۃ بہ فقیل لا یصیر مقیماً وقیل یصیر مقیماً وھو الاوجہ ولو کان لہ اھل ببلدتین فایتھما دخلھا صار مقیما" مصنف علیہ الرحمۃ کا قول (اہل بنانے کی جگہ) یعنی اس کی شادی کی جگہ، شرح منیہ میں فرمایا: اگر مسافر نے کسی شہر میں نکاح کر لیا اور وہاں اقامت کی نیت نہ کی تو کہا گیا کہ وہ مقیم نہ ہو گا، اور کہا گیا کہ مقیم ہو جائے گا، اور یہ ہی اوجہ ہے، اور اگر اس کی بیویاں دو شہروں میں ہوں تو ان میں سے جس شہر میں بھی وہ جائے گا مقیم ہو جائے گا۔ (رد المحتار، جلد2، صفحہ 739، مطبوعہ کوئٹہ)

درمختار میں ہے: "تزوج المسافر ببلد صار مقیما علی الاوج" مسافر نے کسی شہر میں نکاح کر لیا، تو اوجہ قول کے مطابق مقیم ہو جائے گا۔ (درمختار مع ردالمحتار، جلد2، صفحہ 745، مطبوعہ کوئٹہ)

ردالمحتار میں ہے: "قولہ: (صار مقیما علی الاوجہ) ای: بنفس التزوج وان لم یتخذہ وطنا او لم ینو الاقامۃ خمسۃ عشر یوما، واما المسافرۃ فانھا تصیر مقیمۃ بنفس التزوج اتفاقا کما فی القھستانی ح۔ **وحکی الزیلعی ھذا الاوجہ بقیل: فظاھرہ ترجیح المقابل فقد اختلف الترجیح ط**" مصنف علیہ الرحمۃ کا قول: (اوجہ قول کے مطابق مقیم ہو جائے گا) یعنی صرف نکاح کرنے سے ہی اگرچہ اس نے اس شہر کو جائے سکونت نہ بنایا ہو یا پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو، اور رہی مسافر عورت پس وہ بالاتفاق صرف نکاح سے ہی مقیم ہو جائے گی، جیسا کہ قہستانی میں ہے۔ اور امام زیلعی علیہ الرحمۃ نے اس اوجہ قول کو قیل کے ساتھ حکایت کیا، جس کا ظاہر اس کے مقابل قول کو ترجیح دینا ہے، لہٰذا ترجیح مختلف ہو گئی۔ طحطاوی۔ (ردالمحتار، جلد2، صفحہ 745، مطبوعہ: کوئٹہ)

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:"قولہ: (صار مقیما علی الاوجہ) لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من تزوج من بلدۃ فھو منھا بحر" مصنف علیہ الرحمۃ کا قول: (اوجہ قول کے مطابق مقیم ہو جائے گا) حضور علیہ السلام کے اس فرمان کی وجہ سے "جس نے کسی شہر میں نکاح کیا وہ اسی شہر سے ہے، بحر۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، جلد 02، صفحہ 593، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:"مسافر نے کہیں شادی کر لی اگرچہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو، مقیم ہو گیا اور دو شہروں میں اس کی دو عورتیں رہتی ہوں تو دونوں جگہ پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔" (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 751، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

درمختار میں علامات فتوی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"وفی اول "المضمرات" اما العلامات للافتاء فقولہ:۔۔۔ وعلیہ الفتوی، وبہ یفتی، وبہ ناخذ، وعلیہ الاعتماد، وعلیہ عمل الیوم، علیہ عمل الامۃ وھو الصحیح، او الاصح، او الاظھر، او الاشبہ، او الاوجہ، او المختار، ونحوھا مما ذکر فی حاشیۃ البزدوی اھ "مضمرات کی ابتداء میں ہے، بہر حال افتا کی علامات تو وہ فقہاء کا یہ قول ہے: اسی پر فتوی ہے ،اسی پر فتوی دیا جائے گا، اسی کو ہم لیتے ہیں، اسی پر اعتماد ہے، اسی پر آج عمل ہے، اسی پر امت کا عمل ہے، یہی صحیح ہے ،یا زیادہ صحیح ہے، یا زیادہ ظاہر ہے، یا روایۃ منصوص کے زیادہ مشابہ ہے، یا وجہ میں زائد، یا اسی کو اختیار کیا گیا ہے، اور اسی طرح کے الفاظ حاشیہ بزدوی میں مذکور ہیں۔ ملخصا" (درمختار مع ردالمحتار، جلد 1، صفحہ 172، 171، مطبوعہ کوئٹہ)

ردالمحتار میں ہے:"قولہ: (او الاوجہ) ای: الاظھر وجھاً من حیث ان دلالۃ الدلیل علیہ متجھۃ ظاھرۃ اکثر من غیرہ "مصنف علیہ الرحمۃ کا قول: (یا وجہ میں زائد) یعنی وجہ کے اعتبار سے زیادہ ظاہر اس طرح کہ دلیل کی اس پر دلالت پوری اور اس کے غیر سے زیادہ ظاہر ہو۔ (ردالمحتار، جلد 1، صفحہ 172، مطبوعہ کوئٹہ)

کئی فقہاء نے پہلے قول پر اقتصار فرمایا اور شادی کی جگہ کے وطن اصلی ہونے کے لئے، شوہر کی مستقل سکونت کی قید نہیں لگائی۔ چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے:"الکوفی اذا نوی الاقامۃ بمکۃ ومنی خمسۃ عشر یوما لم یکن مقیما، وان لم یکن بینھما مسیرۃ سفر لانہ لم ینو الاقامۃ فی احدھما خمسۃ عشر یوما، وان تاھل بھما کان کل واحد من الموضعین وطنا اصلیا لہ "کوفی جب مکہ و منیٰ میں پندرہ دن اقامت کی نیت کر لے تو وہ مقیم نہیں ہو گا اگرچہ دونوں جگہوں کے درمیان مسافت شرعی کی مقدار نہیں ہے کیونکہ اس نے کسی ایک

جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت نہیں کی اور اگر وہ دونوں جگہ اہل بنالے تو دونوں جگہیں اس کے لیے وطن اصلی ہوں گی۔(فتاوی قاضی خان، جلد1، صفحہ148، مطبوعہ کوئٹہ)

خلاصہ الفتاوی میں ہے:"الوطن الاصلی وھو مولد الرجل والبلدۃ التی تاھل بھا" وطن اصلی اور وہ آدمی کی پیدائش کی جگہ اور وہ شہر ہے جس میں اس نے اہل بنالیا۔(خلاصۃ الفتاوی، جلد1، صفحہ204، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے شادی کی جگہ کو مطلقاً وطن اصلی شمار فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے، چاہے شوہر کی وہاں سکونت کی نیت نہ بھی ہو تب بھی وہ جگہ اس کا وطن اصلی ہو جائے گی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:"جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے **نہ اس نے شادی کی** نہ اسے اپنا وطن بنالیا یعنی یہ عزم نہ کرلیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بربنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی اگرچہ وہاں بضرورت معلومہ قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا تا حاجت اقامت بعض یا کل اہل وعیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر، تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک 15 دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ271، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن امام قاضی خان علیہ الرحمۃ کی ترجیح سے متعلق فرماتے ہیں:"امام علامہ فقیہ النفس مالك التصحیح و الترجیح فخر الملۃ والدین قاضی خان اوزجندی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے فتاوی میں روایت صحت پر جزم کیا ہے اور اسی پر اقتصار فرمایا دوسری روایت نقل بھی نہ فرمائی اور اسی روایت کو مدلل و مبرہن کیا **اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی قول پر اقتصار کرنا اس کے اعتماد کی دلیل ہے** اور یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ کسی قول کو مدلل و مبرہن کرنا بھی اس کی ترجیح کی دلیل ہے۔ پس دو وجہ سے ثابت ہوا کہ امام قاضی خان نے صحت بیع پر اعتماد فرمایا اور اسی کو ترجیح دی اب علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس امام اجل کا ارشاد زیادہ اعتبار و اعتماد کے لائق اور ان کی تصحیح و ترجیح فائق ہے کہ انہیں رتبہ اجتہاد حاصل تھا۔ملخصا(فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ 253، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ شادی کی جگہ کے وطن اصلی ہونے کے لئے شوہر کی وہاں مستقل سکونت ہونا ضروری نہیں، لیکن شوہر کی سکونت ضروری نہ ہونے سے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کی وہاں بیوی کی

سکونت بھی ضروری نہیں، اوپر تفصیل سے اس بات کو ثابت کر دیا گیا ہے کہ بیوی کی وہاں مستقل سکونت ہونا ضروری ہے، تب ہی وہ جگہ شوہر کے لئے وطن اصلی ہو گی، لہذا اس بات کو اچھے طریقہ سے سمجھ لیا جائے، یا د رکھا جائے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net